تفسیر رؤفی میں منظوم تفسیر کا رجحان

ہمایوں عباس شمس

قرآن مجید کے پیغام کو عامۃ الناس تک پہنچانے کے لیے ہر دور میں اہل علم نے زمانے کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق ترجمہ، تفسیر، تسہیل اور تشریح کا فریضہ انجام دیا، یہ کاوشیں عربی زبان سمیت دنیا کی تمام زبانوں میں تاحال جاری ہیں اور تاقیامت جاری رہیں گی۔ اس کی یقیناً وجہ یہی ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے آخری انسان کے لئے بھی رہنمائی اور قلبی تسکین کا سہارا قرآن کریم ہی ہے۔ اسی لیے قران کریم کے پیغام کو لوگوں کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کے لیے نثر کے ساتھ ساتھ نظم کا سہارا بھی لیا گیا۔ شعر کے ساتھ چونکہ لوگوں کی ہمیشہ وابستگی رہی، عرب میں اشعار کو یاد کرنے کا رواج تھا اور آج بھی کئی لوگوں کو شعری دواوین یاد ہیں۔ اس سلسلہ میں امام ابومحمد عبدالعزیز بن احمد دیرینی (وفات:۶۹۴ھ) نے قرآن کریم کا عربی میں پہلا منظوم عربی ترجمہ کیا۔ محمد امین (وفات:۱۱۰۹ھ) نے سورہ یوسف کا پہلا منظوم ترجمہ گجراتی اردو میں کیا[۱]۔ بعدازاں پنجابی میں تفسیر محمدی اور تفسیر نبوی لکھی گئیں۔

اردو تفاسیر میں مفاہیم کو ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے اشعار کا سہارا لینے کی مکمل اور مطبوع کاوش حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ کی ہے۔ شاہ عبدالروف رافت نے اپنا شجرہ نسب یوں بیان کیا ہے: رؤف بن احمد بن شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین بن زین العابدین بن محمد یحیی بن مجدد الف ثانی[۲]۔ شاہ عبدالروف رافت کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی منظوم تالیفات یہ ہیں: دیوان رافت، کلیات رافت، مثنوی زلیخائے ہندی، رسالہ مولود، فقہ ہندی، معروب القلوب فی معراج المحبوب۔ ان کی

تفسیر ممبئی سے ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ میں شائع ہوئی۔ یہ تفسیر متقدمین کی تفسیری آراء کا مجموعہ ہے۔ سورتوں میں باہم ربط کے لیے مولانا اصلاحی سے بہت پہلے انہوں نے ''نظم'' کا لفظ استعمال کیا۔ قدیم املاء میں یہ تفسیر آج بھی تفسیری ادب میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ الحقائق فاونڈیشن لاہور پاکستان، نے ممبئی ایڈیشن کا عکس ۲۰۱۲ء میں سامنے آیا۳۔

تفسیر رؤفی نثر میں لکھی گئی ہے مگر بہت سے مقامات پر مطالب کی تفہیم کے لیے شعر کا سہارا لیا ہے۔ منظوم کا مقصد یاداشت میں آسانی ہے۔ زکوٰۃ کے مصارف کو انہوں نے نظم میں بیان کیا اور لکھا: ''سو ان کو نظم میں کر کر لکھتا ہوں تا کہ ہر ایک یاد بآسانی کرلے''۴۔

جتنے شعر کہے وہ ان کے اپنے ہیں اسی لئے تفسیر کے آغاز میں لکھتے ہیں: ''اور جس مقام پر کلام نظم لانا وہ اپنی ہی طبع ناقص سے موزون بنانا ہوگا کوئی شعر ہندی کسی شاعر کا کہیں نہ لایا جاویگا۵''۔ یہ اشعار قدیم املاء میں ہیں اس دور کی اردو کا خاکہ سامنے لانے کی خاطر اشعار نقل کرتے وقت املاء کو نہیں بدلا جائے گا۔

شاہ عبدالرؤف رافت رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار کو نقل کرنے سے پہلے نظم، بیت، مصرعہ، فرد، قطعہ، نظم، مثنوی، کے الفاظ لکھے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک لکھ کر وہ اشعار لکھتے ہیں۔ عموماً قرآن کریم کے ان مقامات کو انہوں نے شعر کا قالب دیا ہے جن میں حمد۶، نعت ۷، تصوف، حب دنیا کی مذمت، اصلاح معاشرہ، اور بعض مقامات پر فقہی مسائل بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک موضوع کو لے کر اچھے خاصے اشعار جمع کیے جا سکتے ہیں۔ غالباً سب سے زیادہ اشعار قصہ یوسف میں ہیں جہاں ایک مقام پر پورا صفحہ اشعار سے بھرا ہوا ہے۸۔

تفسیر کا آغاز حمد سے کرتے ہیں:

آخری اشعار یہ ہیں:

بنایا دن کو مہر اور رات کو ماہ
عجب اللہ ہی اللہ اللہ

ہوا پھر فرض شکر اس کا کریں ہم
جیئیں اُس کی رضا میں اور مریں ہم ۹

نعت کا آغاز ان اشعار سے کرتے ہیں:

محمد شمعِ ایوانِ نبوت
محمد مشعلِ بزمِ فتوت
محمد آفتابِ مشرقِ نور
محمد ماہتابِ مطلعِ سور ۱۰

منظوم تفسیر کا اسلوب درج ذیل مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔

(۱) صراط مستقیم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فضل سے اپنے ہمیں رب کریم
کر تو ہدایت برہ مستقیم
راہ وہ جس راہ پر گئے ہیں نبی
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ۱۱

(۲) رحمت الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے رحمان اور رحیم کی وضاحت میں یہ شعر لکھا:

لطف فرما جو وہ رحمت سے نہ اس دم ہوتے
حشر کے خوف سے ہم زندہ ہی بے دم ہوتے ۱۲

(۳) لفظ غیب کی وضاحت کرتے ہوئے صوفیہ کے مختلف افکار کا ذکر کرنے کے بعد بیت، شعر اور نظم کے عنوان سے بالترتیب درج ذیل اشعار تحریر کرے:

بیت: اسے کس طرح دیکھے رافت بیچارہ حیران ہی
تصور میں جس کے دیدۂ نظارہ حیران ہی

شعر: پردہ اٹھا اٹھا کے جسے جھانکتی ہی خلق
ہم دیکھ آئین ہیں اسے وہ یار ہی نہیں

نظم: تا دوست بچشم سر نہ بینم ہر دم

در راہ طلب کجا نشینم ہر دم
گویند خدا بچشم سر نتوان دید
آن ایشا نند و من چنینم ہر دم ۱۳؎

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام اشعار اردو میں نہیں بلکہ فارسی زبان میں بھی شعر کہے ہیں۔

(۴) سورہ آل عمران میں لفظ ''ربانیین'' کی وضاحت ان اشعار میں کی:

یاد اس کے میں اپنا جی گما بیٹھے ہیں
سب کچھ چیز دوست کی بھلا بیٹھے ہیں
جس نے کہ قدم رہ محبت میں رکھا رافت
دو جہان سے ہاتھ اٹھا بیٹھے ہیں ۱۴؎

(۵) سورہ آل عمران کی آیت (۱۰۳) ''و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً'' میں **حبل اللہ** سے مراد ''قرآن شریف ہے یا موافقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' پھر اس دوسرے قول کی تشریح قطعہ کی صورت میں یوں ہے۔

سمجھے گا یہاں نہ حضرت معبود کو کوئی
وہاں پائے گا نہ جنت موعود کو کوئی
سچ ہی کہ بے متابعت سید رسل
پہنچے کبھی منزل مقصود کو کوئی ۱۵؎

(۶) **والکظمین الغیظ** (آل عمران:۳/۱۳۴) کی تفسیر اس بیت میں بیان کی ہے:

صف شکنی سے نہیں کچھ پہلوان
خود شکنی چاہیے رافت یہاں ۱۶؎

(۷) **ان اللہ کان غفورا رحیما** (النساء:۴/۴۳) کی تفسیر بایں الفاظ کا بیان کی:

وہ بخشے ایکدم کے ہی ندم سے جرم صد سالہ
جو غفران ہو تو ایسا ہو جو رحمت ہو تو ایسی ہو ۱۷؎

(۸) کتب علی نفسه الرحمة (الانعام:۶/۱۲) کی تفسیر کے بعد دو اشعار لکھے جن میں انتہائی خوبصورتی سے اپنا تخلص بھی لے آئے:

ہم عدم میں مستحق رافت تھے کب
سر بسر ہے محض ہی الطاف رب
جان دیکر ہم کو بینا کردیا
زندہ و دانا توانا کر دیا ۱۸

(۹) سورہ یوسف کی تفسیر کا اختتام اس شعر پر کیا:

عجب مطالب عجب مآرب عجب حکایات نادر ہیں
نہ کیونکہ احسن قصص کا کہیئے اسمیں آیات مظاہرہ ہیں ۱۹

(۱۰) واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے عطائے صلوٰۃ خمسہ کو یوں بیان کیا:

واہ کیا لطف ایزدی ہی یئے
پانچ میں دے پچاس کے درجے ۲۰

تفسیر رؤفی میں قرآن کریم کے لفظ یا آیت کے بعض حصہ کو شعر میں خوبصورتی سے استعمال کرنے کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔

(۱) گیارہ اشعار پر مشتمل نظم میں آیت قرآنی کو اس طرح نظم کیا گیا:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا
سن کے اے رافت عمل کر اسپہ تو

اس نظم میں اپنے تخلص کو دو مرتبہ استعمال کیا ہے: نواں شعر ملاحظہ ہو

آرزو و خواہش اپنی سب بھلا
تجھ سے خوش ہووے گا رافت تب خدا ۲۱

(۲) قل ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للله رب العالمین (الانعام:۶/۱۶۲) کی تشریح کرتے ہوئے قرآن کریم کے الفاظ کو اس طرح استعمال کیا:

صلوٰۃ ونسک اور حیات و ممات

خدا کے لیے سب ہی ای نیک ذات ۲۲

بعض اوقات آیت کے الفاظ کو ہی حسن خوبی سے شعر میں ڈھال دیتے ہیں:

(۱) آیت کو شعر میں استعمال کرنے کی ایک خوبصورت مثال یہ ہے:

ثانی اثنین اذھما فی الغار

یعنے صدیق فکر صحب کبار ۲۳

(۲) ایک مثال یہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

جلوۂ حق سے ہم میں رہے کیا

ان الباطل کان زھوقا ۲۴

(۳) واللہ عندہ حسن الماٰب (آل عمران:۱۴/۳) کی تفسیر ملاحظہ ہو:

کس لئے پھرتا ہے جابجا تو بصد اضطراب ہی

پاس اس کے جا کہ عندہ حسن المآب ہی ۲۵

(۴) سورۃ المومنون کی آخری آیت کے آخری حصہ "ھو مولٰکم فنعم المولٰی ونعم النصیر" کی وضاحت کے لیے اسلوب رافت ملاحظہ فرمائیں:

اس سے یہی جو چاہے چاہ ای غم اسیر

وہ ہی نعم المولیٰ اور نعم النصیر ۲۶

(۵) ان شانئک ھو الابتر کے تحت لکھتے ہیں:

گلِ مراد رہے کیوں نہ تیرا تازہ وتر

کہ شان میں عدو کے تیرے ہوا الابتر ۲۷

دوسرے شعراء کے مصرعہ کو اپنے شعروں میں استعمال کرنے کی روایت بھی رافت کے ہاں ملتی ہے۔ لبید کے جس قول کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچا فرمایا، اس کو شاہ عبدالروف نے سورہ حج کی آیت/۶۲ "وان مایدعون من دونہ ھو الباطل" میں یوں استعمال کیا۔

سب وہی ہی اور کو مت دیکھ تو
کــل شــئ مــا خــلا اللہ بــاطــل
ماسوا فانی وہ ہی باقی قدیم
کــل شــیء هــالک الا الــرحیــم ۲۸

ان مثالوں کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ تفسیر رؤفی کے ذریعہ مخلوط طور پر منظوم اور منثور تفسیر نگاری کی روایت کا آغاز ہوا۔ بعد کے ادوار میں یہ روایت نظم اور نثر کی صورت میں علیحدہ علیحدہ منظر عام پر آئی۔ مگر مفسر کے اشعار ہی سے مزین منظوم اور منثور اسلوب کو مولانا عبدالقدیر حسرت نے باقی رکھا اور یہ اسلوب ان کی تفسیر صدیقی میں نمایاں طور پر نظر آ رہا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ تفسیر سے تمام اشعار کو مرتب کر کے ایک مجموعہ مرتب کیا جائے اور اردو کے دیگر شعراء کی طرح رافت کے شعری ذوق کا اندازہ لگا جائے۔

تفسیر کے اختتام پر ایک مثنوی اور مصنف کے تین قطعاتِ تاریخ ہیں۔ پہلا قطعہ ملاحظہ ہو۔

کری ختم رافت نے تفسیر جس دم
کہ جس میں سلامت مطلب بیان ہے
کلام الٰہی کا اردو زبان میں
کھلا ترجمہ صاف آئینہ ساں ہی
بتاریخ آئی نداغیب سے یوں
کہ تفسیر قرآن ہندی زبان ہی ۲۹

حواشی ومراجع

۱ سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر، ۲/۱۷۰
۲ تفسیر رؤفی، الحقائق فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۱۲ء، ۱/۴

۳۔ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے شاہ رؤف کو اردو کے مشاہیر شعرا میں شمار کیا ہے (اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ ص:۱۱۸)۔ عبدالغفور نساخ کے بقول: ''حضرت شاہ عبدالرؤف احمد مرحوم خلف شاہ شعور احمد مغفور سرہندی شاگرد جرأت، حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں تھے اور بڑے زبردست عالم تھے عروض وقوافی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے'' (سخن شعرا ص:۱۱۸)۔ آپ کی شعری خوبیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے لکھا: ''رافت کے یہاں شکوہ لفظی، بندش کی چستی اور روزمرہ کے ساتھ صنعتوں کا بھی فنکارانہ استعمال ہے مگر خشکی نہیں ہے۔ جہاں خیال آفرینی اور صنعت کاری ہے وہاں جذبات کی گہرائی اور تصوف کی لطیف چاشنی بھی موجود ہے۔ دوسری چیز جو رافت کے یہاں ہم کو ملتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کا کلام ناہمواری سے بڑی حد تک پاک ہے'' (اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ ص۱۹۹)۔ شاہ عبدالرؤف رأفت کے احوال وکوائف کے لیے مزید ملاحظہ فرمائیں:

(i) راقم کا مضمون ''شاہ عبدالرؤف رأفت کی اردو شاعری''، مطبوعہ: راوی، جی سی یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص۸۱-۸۳

(ii) دانشنامہ ادب فارسی تہران، جلد۴، ص۱۲۳۶

(iii) تذکرہ گلشن بے خار، ص۲۰۷

(iv) فارسی گوشعرای اردو ص۱۴۱

(v) سخن شعرا، ص۱۷۸

(vi) اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ ص۱۱۷

۴۔ تفسیر رؤفی جلد اول، ص۴۹۵

۵۔ تفسیر رؤفی جلد اول، ص۴

۶۔ تفسیر رؤفی جلد اول، ص۴۹۹

۷۔ تفسیر رؤفی جلد اول، ص۳۹۰، ۴۵۷

۸۔ تفسیر رؤفی جلد دوم، ص۴۳

۹۔ تفسیر روؤفی، ص۲
۱۰۔ تفسیر روؤفی، ص۳
۱۱۔ تفسیر روؤفی، ص۱۱
۱۲۔ تفسیر روؤفی، ص۱۶
۱۳۔ تفسیر روؤفی، ص۲۵
۱۴۔ تفسیر روؤفی، ص۲۹۳
۱۵۔ تفسیر روؤفی، ص۲۹۹
۱۶۔ تفسیر روؤفی، ص۳۰۶
۱۷۔ تفسیر روؤفی، ص۳۲۸
۱۸۔ تفسیر روؤفی، ص۳۹۵
۱۹۔ تفسیر روؤفی جلد دوم، ص۴۷
۲۰۔ تفسیر روؤفی جلد دوم، ص۱۲۷
۲۱۔ تفسیر روؤفی، ص۲۹۶
۲۲۔ تفسیر روؤفی، ص۴۲۷
۲۳۔ تفسیر روؤفی، ص۴۹۱
۲۴۔ تفسیر روؤفی، ص
۲۵۔ تفسیر روؤفی، ص۲۷۵
۲۶۔ تفسیر روؤفی، ص۵۱
۲۷۔ تفسیر روؤفی، ص۴۴۲
۲۸۔ تفسیر روؤفی، ص۴۹
۲۹۔ تفسیر روؤفی، ص۴۵۲